جامعہ ازہر

(ایک سرسری جائزہ)

ترجمہ

(جناب محبیب الرحمٰن صاحب عثمانی بی۔اے)

(جامعہ نگر دہلی)

جامعہ ازہر مشرق کی قدیم ترین یونیورسٹیوں میں سے ہے۔ ذیل میں ان مختلف دوروں کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے جن سے ہو کر یہ یونیورسٹی گزری ہے اور ایک ہزار سال کے بعد آج اس عظیم مرتبے تک پہنچی ہے۔

فاطمیوں کے دورِ حکومت (۹۷۲ء تا ۱۱۷۲ء) میں جامعہ ازہر

جامعہ ازہر کا سنگِ بنیاد ۹۷۰ء میں فاطمیوں کے سسلی کے کمانڈر جوہر القائد نے رکھا۔ دو سال میں یونیورسٹی کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ شروع میں اس کو مندرجہ ذیل کاموں کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔

۱۔ فاطمی خلافت کی جامع مسجد۔

۲۔ اسماعیلی فرقے کی مجلس اعلیٰ (Supreme Council) کا مقام۔

۳۔ واعظ اعلیٰ (داعی الضحیٰ) کا دفتر

۴۔ قاضی القضاۃ کی عدالت۔

اگرچہ تمام دفاتر کے لئے علیحدہ علیحدہ عملہ رکھا جاتا تھا لیکن حقیقتاً خلیفہ ان سب کا سرچشمہ تھا۔ اس لئے سپریم کونسل کے صدر اور امام کی حیثیت سے خلفاء شروع ہی سے الازہر میں اکثر جاتے تھے۔

شبستی کا کہنا ہے کہ ۹۸۸ء میں ایک نومسلم یہودی دروزیر یعقوب ابن کلس کو الازہر کی جانب سے یہ کام سپرد ہوا کہ اس عمارت میں ایک تعلیمی شعبہ قائم کرے اور وقت کے بہترین علماء کو کسی بھی قیمت پر اس میں بلائے چنانچہ سلامیہ، شمالی ایران، بصرہ، کوفہ، یمن، مکہ، مدینہ، بغداد، دمشق، یروشلم، قیروان اور ایتھنز وغیرہ سے علماء

کو بلایا گیا اور ایک اکاڈمی قائم کی گئی۔ مشہور علم دوست خلیفہ العزیز (۹۷۵ء تا ۹۹۶ء) اس کے صدر تھے۔ اس میں فاطمی فلسفہ مذہب کی بنیادی باتوں پر مناظرے ہوئے، اور رفتہ رفتہ فلسفہ، اور پھر سائنس پر بحثیں ہونے لگیں اور اس طرح غالباً ان مفکرین کے بحث و مباحثے سے یونانی اور فاطمی فلسفے کے درمیان باہمی ربط پیدا ہوا ہوگا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یونانی اور فاطمی فلسفوں کے درمیان سمجھوتے اور ترکیب باہمی کی وہی شکل ہوئی ہوگی جیسی یہودی اور یونانی مفکرین نے ان دونوں فلسفوں کے سلسلے میں کی تھی۔ یہ بات اس حقیقت سے اور بھی پختہ ہو جاتی ہے کہ سابق یہودی مدبرین کی اکثریت فاطمیوں کے دور میں سرکاری علماء میں شامل تھی۔

العزیز نے الازہر کی جانب سب سے زیادہ توجہ دی اور انھی کے دورِ خلافت میں بہت سے کام اس کی ترقی کے سلسلے میں ہوئے۔ حالاں کہ الحاکم (۹۹۶ء تا ۱۰۲۰ء) کے طوائف الملوکی کے دور میں الازہر نے کافی نقصانات اٹھائے۔ تاہم اس کی شہرت اور مقبولیت برابر بڑھتی رہی اور اس حد تک بڑھی کہ کتب خانے کے قیام کے بعد خاص طور پر کافی ہجوم رہنے لگا۔ لائبریری میں نہ صرف کتابوں بلکہ معقول روشنی، کاغذ اور روشنائی کا بھی مفت انتظام کیا جاتا تھا، دوسری جو بات کے ساتھ اس کتب خانے کی وجہ سے بھی "دار الحکمۃ" کے قیام کے خیال کو تقویت پہنچی۔ فاطمی فرقے کے مخفی اصولوں کا تقاضا یہ تھا کہ الازہر اور دار الحکمۃ کو الگ رکھا جائے۔ دار الحکمۃ وہ جگہ تھی جہاں تمام فرقوں کے عالموں اور سائنس دانوں کو معامل (Laboratrias) میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی اجازت اور مواقع حاصل تھے۔ الازہر کو المستنصر (۱۰۳۶ء تا ۱۰۹۴ء) کے عہدِ حکومت کے وسط میں بہت نقصانات برداشت کرنا پڑے حالاں کہ اسی زمانے میں ایران کے ناصر خسرو جیسے جید عالم یہاں بحیثیت واعظ اور استاد آئے۔ ان کے سفرنامے سے اس زمانے کے حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور کے وزیر اعلیٰ بدر الجمالی نے آخر میں علم کے بہت سے مرکز کھول دیے جن کی وجہ سے رفتہ رفتہ الازہر کی ترقی پر برا اثر پڑا۔

ایوبی عہدِ حکومت (۱۱۷۱ء تا ۱۲۵۰ء) میں الازہر

ایوبی دور کے ابتدائی زمانے میں الازہر کو اس کے اصل مقام سے محروم کر دیا گیا اس کی وجہ شیعہ سنی اختلافات تھے لیکن صلاح الدین ایوبی (۱۱۶۹ء تا ۱۱۹۳ء) کے ایک سرکاری رکن نور الدین زنگی نے الازہر کی اہمیت کو محسوس کیا اور کچھ سنی علماء کو شیعہ علماء کی جگہ رکھا۔ یہ لوگ شیعہ علماء سے باعتبار معیار بھی کم تھے اور ان میں کام کا جذبہ

بھی زیادہ نہ تھا۔ صلاح الدین کے بعد تمام ہی خلفاء ناکارہ قسم کے آئے۔ وہ تو حکومت کا کام چلانے ہی کے اہل نہ تھے الازہر کی ترقی اور دوسرے ثقافتی کام تو درکنار۔

مملوکوں کے عہد (۱۲۵۲ء تا ۱۵۱۷ء) میں الازہر

اسی دور میں بغداد اور اسپین کے بہت سے جید علموں نے مصر اور بالخصوص الازہر میں پناہ لی۔ نتیجتاً الازہر پھر نمایاں ہوا۔ اور اس کو وہی مرتبہ حاصل ہوگیا جو پہلے تھا۔ اسی دور میں اسلامی تاریخ کے لئے کچھ فیصلہ کن واقعات ہوئے، حملہ آوروں کی شکست ہوئی۔ منگولوں کے حملے رک گئے۔ اور مغرب میں مسلمانوں کا زوال ہوا۔ لیکن مصر کے لئے یہ سنہری دور تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ الازہر کے لئے۔ اس لئے کہ خلیفہ بغداد اور دوسرے بڑے علماء کو اس نے پناہ دی، ان حضرات نے بارہا الازہر کے منبر سے خطبات دیئے۔ اس دور کی حکایات نے اسلامی تاریخ کے واقعات کو مالا مال کیا ہے

عثمانیوں کے دور (۱۵۱۷ء تا ۱۸۰۵ء) میں الازہر

عتیق نے لکھا ہے مصر پر عثمانیوں کی فتح مصر کی آزادی اور تہذیب کے خاتمے کا پیغام لائی۔ الازہر اور دوسرے ادارے اس سے بری طرح متاثر ہوئے۔ حالاں کہ احمد گُر الازہر کے مداحوں میں سے تھا اور اس نے سائنس کو پھر داخل نصاب کیا۔ لیکن یہ کوشش محض انفرادی تھی نہ کہ عثمانی حکومت کی عام پالیسی میں الازہر کے احیا کا کوئی اشارہ بھی نہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس عثمانی حکمرانوں نے اس کو رجعت پسند درس گاہ بنادیا تھا تاکہ والیوں کی مطلق العنانی بلا روک ٹوک چل سکے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ازہری عثمانیوں کے خلاف جان توڑ کر لڑے۔ سیدی نے اس کو مشرق میں الازہر کی پہلی جنگ آزادی سے تعبیر کیا ہے۔ سید عمر مکرم اور شیخ عبداللہ شرقوی نے عثمانیوں کے ظلموں کو ختم کرنے اور محمد علی کو تخت نشین کرانے میں لوگوں کی رہنمائی کی۔ خلیفہ بننے کے بعد محمد علی کو الازہر کا روایتی لباس انھی دونوں نے پہنایا تھا۔

علوی خاندان کے دورِ حکومت (۱۸۰۵ء تا ۱۹۴۵ء) میں الازہر

محمد علی۔ (۱۸۰۵ء تا ۱۸۴۸ء) کی طرف داری میں الازہر کے اساتذہ نے پہل کی اور انھی کی بدولت مئی ۱۸۰۵ء میں وہ وائسرائے ہوئے محمد علی ازہر یونیورسٹی کی بہتری اور ترقی کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے، وہ وہاں کے اساتذہ کی ہمت افزائی کرتے اور ان کے مشوروں کو مانتے تھے انھوں نے الازہر کے طلباء ہی میں سے پہلا گروہ چن کر طب اور قانون کے شعبے قائم کئے۔ ۱۸۲۶ء میں محمد علی نے ایک تعلیمی مشن پیرس بھیجا۔ اس میں ازہری علماء بھی

کو بلایا گیا اور ایک اکاڈمی قائم کی گئی۔ مشہور علم دوست خلیفہ العزیز (۹۷۵ء تا ۹۹۶ء) اس کے صدر تھے۔ اس میں فاطمی فلسفۂ مذہب کی بنیادی باتوں پر مناظرے ہوتے، اور رفتہ رفتہ فلسفہ، اور پھر سائنس پر بحثیں ہونے لگیں اور اس طرح غالباً ان مفکرین کے بحث و مباحثے سے یونانی اور فاطمی فلسفہ کے درمیان باہمی ربط پیدا ہوا ہوگا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یونانی اور فاطمی فلسفوں کے درمیان سمجھوتے اور ترکیب باہمی کی وہی شکل ہوئی ہوگی جیسی یہودی اور یونانی مفکرین نے ان دونوں فلسفوں کے سلسلے میں کی تھی۔ یہ بات اس حقیقت سے اور بھی پختہ ہوجاتی ہے کہ سابق یہودی مدبرین کی اکثریت فاطمیوں کے دور میں سرکاری علماء میں شامل تھی۔

العزیز نے الازہر کی جانب سب سے زیادہ توجہ دی اور انھی کے دورِ خلافت میں بہت سے کام اس کی ترقی کے سلسلے میں ہوئے۔ حالاں کہ الحاکم (۹۹۶ء تا ۱۰۲۰ء) کے طوائف الملوکی کے دور میں الازہر نے کافی نقصانات اٹھائے۔ تاہم اس کی شہرت اور مقبولیت برابر بڑھتی رہی اور اس حد تک بڑھی کہ کتب خانے کے قیام کے بعد خاص طور پر کافی ہجوم رہنے لگا۔ لائبریری میں نہ صرف کتابوں بلکہ معقول روشنی، کاغذ اور روشنائی کا بھی مفت انتظام کیا جاتا تھا، دوسری وجوہات کے ساتھ اس کتب خانے کی وجہ سے بھی "دار الحکمۃ" کے قیام کے خیال کو تقویت پہنچی۔ فاطمی فرقے کے مخفی اصولوں کا تقاضا یہ تھا کہ الازہر اور دار الحکمۃ کو الگ رکھا جائے۔ دار الحکمۃ وہ جگہ تھی جہاں تمام فرقوں کے عالموں اور سائنس دانوں کو معامل (Laboratrias) میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی اجازت اور مواقع حاصل تھے۔ الازہر کو المستنصر (۱۰۳۵ء تا ۱۰۹۴ء) کے عہدِ حکومت کے وسط میں بہت نقصانات برداشت کرنا پڑے حالاں کہ اسی زمانے میں ایران کے ناصر خسرو جیسے جید عالم یہاں بحیثیت واعظ اور استاد آئے۔ ان کے سفرنامے سے اس زمانے کے حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور کے وزیر اعلیٰ بدر الجمالی نے آخر میں علم کے بہت سے مرکز کھول دیئے جن کی وجہ سے رفتہ رفتہ الازہر کی ترقی پر برا اثر پڑا۔

ایوبی عہدِ حکومت (۱۱۷۲ء تا ۱۲۵۰ء) میں الازہر

ایوبی دور کے ابتدائی زمانے میں الازہر کو اس کے اصل مقام سے محروم کر دیا گیا۔ اس کی وجہ شیعہ سنی اختلافات تھے لیکن صلاح الدین ایوبی (۱۱۶۹ء تا ۱۱۹۳ء) کے ایک سرکاری رکن نور الدین زنگی نے الازہر کی اہمیت کو محسوس کیا اور کچھ سنی علماء کو شیعہ علماء کی جگہ رکھا۔ یہ لوگ شیعہ علماء سے باعتبار معیار بھی کم تھے اور ان کا کام کا جذبہ

بھی زیادہ نہ تھا۔ صلاح الدین کے بعد تمام ہی خلفار ناکارہ قسم کے آئے۔ وہ تو حکومت کا کام چلانے ہی کے اہل نہ تھے الازہر کی ترقی اور دوسرے ثقافتی کام تو در کنار۔

مملوکوں کے عہد (۱۲۵۲ء تا ۱۵۱۷ء) میں الازہر

اسی دور میں بغداد اور اسپین کے بہت سے جید علموں نے مصر اور بالخصوص الازہر میں پناہ لی۔ نتیجتاً الازہر پھر نمایاں ہوا۔ اور اس کو وہی مرتبہ حاصل ہو گیا جو پہلے تھا۔ اسی دور میں اسلامی تاریخ کے لئے کچھ فیصلہ کن واقعات ہوئے، حملہ آوروں کی شکست ہوئی۔ منگولوں کے حملے رک گئے۔ اور مغرب میں مسلمانوں کا زوال ہوا۔ لیکن مصر کے لئے یہ سنہری دور تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ الازہر کے لئے۔ اس لئے کہ خلیفہ بغداد اور دوسرے بڑے علمار کو اس نے پناہ دی، ان حضرات نے بارہا الازہر کے منبر سے خطبات دیئے۔ اس دور کی حکایات نے اسلامی تاریخ کے واقعات کو مالا مال کیا ہے

عثمانیوں کے دور (۱۵۱۷ء تا ۱۸۰۵ء) میں الازہر

عتیق نے لکھا ہے مصر پر عثمانیوں کی فتح مصر کی آزادی اور تہذیب کے خاتمے کا پیغام لائی۔ الازہر اور دوسرے ادارے اس سے بری طرح متاثر ہوئے۔ حالاں کہ احمد گرالازہر کے مداحوں میں سے تھا اور اس نے سائنس کو پھر داخل نصاب کیا۔ لیکن یہ کوشش محض انفرادی تھی۔ ورنہ عثمانی حکومت کی علم پالیسی میں الازہر کے احیا کا کوئی اشارہ بھی نہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس عثمانی حکمرانوں نے اس کو رجعت پسند درس گاہ بنا دیا تھا تاکہ والیوں کی مطلق العنانی بلا روک ٹوک چل سکے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ازہری عثمانیوں کے خلاف جان توڑ کر لڑے۔ سیدی نے اس کو مشرق میں الازہر کی پہلی جنگ آزادی سے تعبیر کیا ہے۔ سید عمر مکرم اور شیخ عبداللہ شرقوی نے عثمانیوں کے ظلموں کو ختم کرنے اور محمد علی کو تخت نشین کرانے میں لوگوں کی رہنمائی کی۔ خلیفہ بننے کے بعد محمد علی کو الازہر کا روایتی لباس انھی دونوں نے پہنایا تھا۔

علوی خاندان کے دورِ حکومت (۱۸۰۵ء تا ۱۹۴۵ء) میں الازہر

محمد علی (۱۸۰۵ء تا ۱۸۴۸ء) کی طرف داری میں الازہر کے اساتذہ نے پہل کی اور انھی کی بدولت مئی ۱۸۰۵ء میں وہ والسرائے ہوئے محمد علی ازہر یونیورسٹی کی بہتری اور ترقی کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے، وہ وہاں کے اساتذہ کی ہمت افزائی کرتے اور ان کے مشوروں کو مانتے تھے انھوں نے الازہر کے طلبا ہی میں سے پہلا گروہ چن کر طب اور قانون کے شعبے قائم کئے۔ ۱۸۲۶ء میں محمد علی نے ایک تعلیمی مشن پیرس بھیجا۔ اس میں ازہری علمار بھی

شامل تھے۔ مصر اور پورے مشرق میں سائنسی علوم کا مرکز قائم کرنے میں الازہر کے علماء کا بڑا ہاتھ تھا۔ ازہری علماء ہی نے انیسویں صدی میں جمہوری طرزِ حکومت کے لئے ایک مجلس قانون ساز بنائی۔ محمد علی نے ان میں سے دس کو ہی مجلس کا رکن نامزد کیا۔

اسماعیل خدیو (۱۸۶۳ء تا ۱۸۸۲ء) نے مصر کو یوروپین اثرات سے متاثر کرنے کی خواہش میں الازہر کے اندر بہت سی اصلاحات کر ڈالیں، مثلاً باقاعدہ نصابِ تعلیم، مجلس ممتحنین اور امتحانات کے باقاعدہ طریقوں کی ابتداء۔ یہ اصلاحات ۱۸۷۲ء میں کی گئیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ ہی عرصے بعد یہ تمام اصلاحات ناکام ہو گئیں اس کی وجہ اسماعیل کی (Banorapeiaa) اور شیوخ کی ناکامی تھی۔ شیوخ اپنے فوری مفاد کی خاطر الازہر کی سیاسی جتھہ بندی سے فائدہ اٹھانے کی دھن میں اندھے ہو گئے تھے۔ انھوں نے ان اصلاحات پر عمل کرنے کی طرف توجہ ہی نہ دی۔

الازھر اور امام عبدہ (متوفی ۱۹۰۵ء)

چونکہ الازہر اسلامی دنیا کا سب سے بڑا تعلیمی مرکز تھا اس لئے مفتی عبدہ نے خیال ظاہر کیا کہ اگر الازہر کی اصلاح کی جائے تو یہ اسلامی دنیا کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔ ان کی بڑی کوشش یہ تھی کہ جامعہ ازہر کی تعلیم مغربی طرزِ تعلیم کے ساتھ قدم بہ قدم چلے۔ انہوں نے (Corporate Life) طلباء کی حالت کو بہتر بنانے اور اساتذہ کا معیار بلند کرنے کی طرف بھی بہت توجہ کی۔ امام نے خدیو عباس دوم (۱۸۹۲ء تا ۱۹۰۷ء) پر دباؤ ڈال کر ۱۸۹۶ء میں ایک فرمان شائع کرایا جس کی رُو سے اساتذہ کی تنخواہیں لیاقت، مدتِ ملازمت، اور اہمیت کے اعتبار سے بڑھائی گئیں۔ طلباء کو حسبِ ضرورت کھانے کا سامان مفت دیا جانے لگا۔ اس کے علاوہ صحت صفائی کی مراعاۃ بھی بہم پہنچائی گئیں۔ طلباء کے قیام اور ان کی رہائش کے مسائل کو حل کیا گیا۔ الازہر کا بجٹ پونے چوالیس لاکھ پاؤنڈ سے ایک کروڑ مصری پاؤنڈ کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں وزارتی پیمانے پر ایک انتظامیہ کمیٹی بھی بنائی جس کے ممبر الازہر کے سینیئر پروفیسر اور حکومت کے نمائندے شامل تھے۔ امام عبدہ اور شیخ عبدالکریم سلمان نے الازہر میں صحیح معنوں میں اصلاحات لانے کی عظیم کوششیں کیں۔ مجلس انتظامیہ اور ۳۰ اساتذہ کی ایک کمیٹی کے ذمے تعلیمات کے نصاب کے خاکے تیار کرنے کا کام سپرد ہوا۔ اور ریاضی، الجبرا، تاریخ اور جغرافیہ کے مضامین ابتدائی منزل

میں دوبارہ داخل نصاب کئے گئے۔ منزل ثانوی کے طریقے کو جدید رنگ میں تبدیل کیا گیا۔ اور آخری درجے کے امتحان کا معیار مقرر کیا گیا۔ اس کمیٹی نے جامعہ ازہر کے کتب خانوں کی بھی از سر نو تنظیم کی بعد مختلف لائبریریوں کو مختلف عمارتوں میں منتقل کیا گیا۔ ایک مرکزی کتب خانہ بھی قایم کیا گیا۔ تمام کتب خانوں کو باقاعدہ ترتیب دیا گیا اور درجہ بندی کی گئی۔

امام عبدہ کا اصل مقصد اسلامی دنیا کو عالمانہ رنگ میں رنگنے کی تحریک کو الازہر کے ذریعے زندہ کرنا تھا۔ اسی کے پیش نظر وہ الازہر واپس آئے۔ اور وہاں اپنے اچھے شاگردوں کا ایک گروہ چھوڑ گئے۔ ۱۹۰۵ء میں امام عبدہ کے انتقال کے بعد الازہر کی حالت ایک بار پھر سقیم ہونے لگی لیکن ان کے احیاء پسند مقلدین کے بیدار داعیوں کو دور علایا نہیں جاسکا۔ ان لوگوں نے حکومت پر کافی دباؤ ڈالا حتیٰ کہ حکومت اعلیٰ پیمانے کی ایک دوسری کمیٹی بنانے پر مجبور ہو گئی۔ ۱۹۱۱ء میں فتحی زاغلول پاشا، عبدالخالق، ثروت پاشا اور اسماعیل مہدی پاشا پر مشتمل یہ کمیٹی وجود میں آئی۔ اس کمیٹی کی اہمیت کا اندازہ اس کے اراکین کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص ایک سے زائد بار مصر کا وزیر اعظم رہا تھا۔ کمیٹی نے ۱۹۱۱ء کی دفعہ ۱۰ کے نام سے ایک ضابطہ بنایا جس کی رو سے تعلیم کو مختلف منزلوں میں تقسیم کیا۔ ان کے لئے مخصوص مضامین اور ضابطے بنائے اور نصاب تعلیم میں نئے مضامین شامل کئے۔ ریکٹر (Rector) کے اختیارات کا تعین کیا گیا۔ اور یونیورسٹی کے معاملات کی نگرانی کے لئے ان کے اوپر ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کا اپنا دائرہ عمل تھا۔ ہر مذہبی ادارے کا ایک شیخ (Principal) نامزد کیا گیا۔ تقررات، ترقیات، نظم و ضبط، رخصت، طلباء کے داخلے، تعطیلات، امتحانات، نصاب اور اسناد وغیرہ کے سلسلے میں نہایت اہتمام سے قاعدے اور ضابطے بنائے گئے۔

چوں کہ ۱۹۱۱ء کا ضابطہ الازہر کو ایک جدید رنگ کی یونیورسٹی بنانے سے قاصر رہا۔ اس لئے یونیورسٹی کے اندر اور باہر سے مختلف طبقہ ہائے خیال کے لوگوں نے مزید اصلاحات کے لئے آوازیں بلند کیں۔ بالآخر ۱۹۳۰ء میں مجلس قانون ساز نے ضابطہ ۴۹ نافذ کیا جس کی رو سے تین شعبے (Faculties) قایم کئے گئے یعنی شعبۂ دینیات، شعبۂ فقہ اور شعبۂ زبان عربی۔ درحقیقت اس قانون سے جامعہ ازہر کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور اسی کو ہم جامع ازہر کو جدید اور سائنٹیفک یونیورسٹی بنانے کی پہلی سرکاری کوشش کا نام دے سکتے ہیں۔ ۱۹۳۳ء میں اس قانون پر نظر ثانی کر کے قانون ۲۷ کا نفاذ ہوا تھا۔

الازہر اور شیخ المراغی (متوفی ۱۹۴۶ء)

شیخ المراغی مفتی عبدہ کے شاگرد تھے جو بہت ہی معزز اور بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۳۵ء میں الازہر

کے ریکٹر مقرر کئے گئے۔ حقیقت میں جامعہ ازہر کو ایک مکمل جدید یونیورسٹی بنانے کا اصل سہرا الخفی کے سر ہے۔ انھوں نے ۱۹۳۶ء میں قانون ۲۶ کے ذریعہ الازہر میں غیر ملکی زبانوں کی تعلیم کا انتظام کرایا۔ الازہر سے طلباء کے وفود تعلیم، فلسفہ، نفسیات، تاریخ اور دوسرے مقبول جدید مضامین میں مخصوص مطالعے کی غرض سے یورپی یونیورسٹیوں کو بھیجے گئے۔

۱۹۳۶ء کے اسی قانون کے مطابق الازہر کا موجودہ نصابِ تعلیم چل رہا ہے۔ ذیل میں اس کا خاکہ پیش ہے:-

منزل ابتدائی | اس میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں۔
عربی زبان، گرامر، قرآن کے (Phonetics) شریعت کے ابتدائی اصول، جغرافیہ، ریاضی، اصولِ صحت ڈرائنگ اور خوش خطی، ابتدائی مدرسے میں داخلے کے لئے ایک امتحان داخلہ پاس کرنا ضروری ہے۔ اس میں عربی کہانیوں کو صحیح پڑھنا، خوش خطی اور علم ہندسہ کی جانچ کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کا حفظ یاد ہونا بھی ضروری ہے۔ ابتدائی مدرسے میں چار سالہ کورس ہے۔ ہر سال کے اختتام پر زبانی اور تحریری امتحانات ہوتے ہیں اور چوتھے سال کے ختم پر ایک عام امتحان ہوتا ہے۔

منزل ثانوی | اس میں پانچ سال کی تعلیم ہے۔ داخلے کے لئے ابتدائی مدرسے کا سرٹیفکیٹ ہونا لازمی ہے۔ سالانہ امتحانات اور پھر آخری علم امتحان مدرسہ ابتدائی ہی کی طرح ہوتے ہیں —— نصاب میں اصولِ شریعت، تفسیر، روایت، قرآن کا متن اور اصطلاحیات، سیاسیات، عربی ادب، عروض، گرامر، مناظرہ، عددیات، فنِ خطابت، انشاء، منطق، فزکس کیمسٹری، بائیولوجی اور جغرافیہ شامل ہیں۔ اس امتحان کو پاس کرنے کے بعد طالب علم کو سندی کے کسی بھی شعبے میں داخلے کی اجازت ہوتی ہے۔

منزل سندی (بی۔اے آنرز) | اس منزل میں چار سالہ نصاب۔ اور تین الگ الگ شعبے ہیں۔ تحریری اور زبانی امتحانات سالانہ بھی ہوتے ہیں اور چوتھے سال کے آخر میں علم امتحان ہوتا ہے۔ پرچوں کو دو الگ ممتحن جانچتے ہیں۔ اور زبانی امتحان کے وقت کئی پروفیسر موجود ہوتے ہیں۔ شعبہ دینیات کے نصاب میں حسبِ ذیل مضامین شامل ہیں:-
علمِ توحید، تفسیر، قرآن کریم کا تنقیدی مطالعہ، علم سلسلۂ نسب، منطق، علم مناظرہ، اخلاقیات، فلسفہ، اسلامی قانون کے اصول، تاریخ اسلام، نفسیات اور انگریزی اور فرانسیسی میں سے کوئی ایک زبان۔

شعبۂ قانون اسلامی کا نصاب | علم تفسیر، روایت کا تنقیدی مطالعہ، اسلامی قانون کے اصول، اصولِ دیان، مسلم

فلسفۂ قانون کی تاریخ، منطق، فلسفہ اور انگریزی یا فرانسیسی زبانوں میں سے کوئی ایک اختیاری طور پر۔

شعبۂ زبانِ عربی کا نصاب | صوریات، قواعد، فلسفہ، انشاء، عربی ادب، تاریخ ادب عربی، عروض، علم قافیہ، معانی اور ادبی تنقید، فقہ کے اصول، تفسیر، منطق، سماجیات، سیاسی تاریخ اور جغرافیہ ان مضامین کے علاوہ ان میں سے کوئی ایک غیر ملکی زبان (انگریزی، فرانسیسی، ہبرو، فارسی، اور ترکی)

اعلیٰ درجہ (پوسٹ گریجویٹ منزل) کا نصاب | اعلیٰ منازل کی تعلیم کو ہر شعبے میں دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۱۔ Professional degree Course اور ۲۔ Subjective degree Course

پہلے حصہ کی مدت تعلیم دو سال ہے۔ سالانہ امتحانات تحریری اور زبانی ہوتے ہیں۔ دوسرے سال کے آخر میں پبلک امتحان ہوتا ہے۔

دوسرے حصے کی مدتِ تعلیم تین سے سات سال تک ہے۔ اس میں سالانہ یعنی میعادی امتحانات نہیں ہوتے بلکہ ہر تیسرے سال تحریری اور زبانی عام امتحان ہوتا ہے۔ جو طلباء امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں صرف ان کو اس کا اہل قرار دیا جاتا ہے کہ وہ کسی ایک مخصوص موضوع پر مقالہ لکھیں ایسے نئے موضوع پر جس پر پہلے نہ لکھا گیا ہو ممتحنین کی رائے معلوم کرنے کے بعد یہ مقالہ پروفیسروں کی ایک جماعت کے سامنے زیر بحث آتا ہے امیدوار کو مقالہ کا خلاصہ اور اس کی تیاری کے سلسلہ میں تمام ضروری اقدامات سب کے سامنے بیان کرنا ہوتے ہیں۔ مجلس ممتحنین امیدوار کی قابلیت کو کھلے طور پر جانچتی ہے۔

شعبۂ دینیات میں پہلے حصے یعنی Professional degree Course کا نصاب:

علم قرآن، علم حدیث، مسلم فرقوں کی تاریخ، فن تقریر و مباحثہ، تاریخ اسلام اور ان کے علاوہ ایک یوروپی اور ایک مشرقی زبان

شعبۂ دینیات میں دوسرے حصے یعنی Subjective degree Course کا نصاب:

علم وحدانیت کا تشریحی مطالعہ، منطق، فلسفہ اور اخلاقیات یا تفسیر میں سے کوئی ایک مضمون۔

شعبۂ قانونِ اسلامی میں پہلے حصے کا نصاب:

مسلم عدالتوں کے قانون اور اصولِ وقف اور وراثت کے قانون اور ان کے ساتھ بین الاقوامی قانون۔ ریاست کا تعینی قانون۔ اسلام کے منصف اور منصفی کے نظام۔ اصولِ معاشیات۔ علم طب اور علم نجوم کا خاکہ۔ اور انگریزی یا فرانسیسی میں سے اختیاری طور پر کوئی ایک زبان۔

شعبۂ قانون اسلامی میں دوسرے حصہ کا نصاب:

مسلم قانون کا تجزیاتی مطالعہ۔ اور اس کے ساتھ مسلم قانون کا فلسفہ۔ اسلام کے نظام عدالت کی تاریخ۔

شعبۂ زبان عربی میں پہلے حصہ کا نصاب:

عام نفسیات، تعلیمی نفسیات، اصول تعلیم، تاریخ تعلیم، مدرسہ کی تنظیم، تدریس کے طریقے، صحت وصفائی، ڈرائینگ، مضمون نگاری، جسمانی تعلیم اور اختیاری طور پر ایک غیر ملکی زبان۔

شعبۂ زبان عربی میں دوسرے حصے کا نصاب:

قواعد، صوریات، علم صرف، علم اللسان، عروض، ابتدائی ہبرو اور شامی زبان، فن خطابت، عربی ادب، تاریخ عربی ادب اور عروض۔

۱۹۳۵ء کے قانون نمبر ۲۶ کے مطابق الازہر کا پرانا حصہ جو مسجد میں ہے ان طلباء کے لئے حاصل کر لیا گیا تھا جو مذہب اور سائنس کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس حصہ میں عمر، نصاب اور وقت کی کوئی قید نہ تھی۔ بہرحال آخر میں اہلیۃ الغرباء اور علمیات الغرباء کے نام سے دو امتحان رائج کئے گئے اور مدت تعلیم زیادہ سے زیادہ سات سال مقرر کی گئی۔ درحقیقت یہ حصہ Extension lectures کے مقصد کو پورا کرتا تھا۔ سینکڑوں طلباء ان اسباق میں محض سامع کی حیثیت سے شریک ہوا کرتے تھے اور اس طرح یونیورسٹی کی تعلیم کا ایک حصہ حاصل کر لیتے تھے۔

پچھلے ایک ہزار سال میں لکھی گئی الازہر کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تعلیمی ادارہ روحانی اور جسمانی دونوں مقاصد کے تحت قائم کیا گیا تھا اور یہی دونوں اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اسلام ریاست اور مذہب میں کسی حد فاصل کی اجازت نہیں دیتا بلکہ مذہب کو ریاست کی تکمیل کا ذریعہ بتاتا ہے۔ اسلام کے اسی نظریۂ زندگی کو سامنے رکھ کر الازہر کی تعلیم کا تعین کیا گیا۔ اگر الازہر کے نصاب تعلیم کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ماضی اور حال دونوں زمانوں میں انکی تعلیم کا مقصد یہی رہا ہے کہ اچھے عالم، مفکر اور منتظم اور رہنما پیدا کئے جائیں۔ ابتدا ہی سے اور خاص طور پر امام عبدہٗ کی اصلاحات کے بعد سے الازہر کا پورا انتظام ان چار اصولوں پر مبنی رہا ہے:

تزکیۂ نفس، عمدہ سماجی زندگی، معاشی خود کفالتی، اور خدمت و ایثار۔

اگرچہ الازہر کے تمام نصاب ہائے تعلیم قرآن کی تعلیمات کی بنیاد پر تیار کئے گئے تھے تاہم وہاں کا نظام تعلیم کبھی بھی مولوی پیدا کرنے کے مقصد پر مبنی نہیں رہا ہے۔ اسلام میں پاپائیت نہیں ہے۔ ہر فرد اپنے اعمال کا ذاتی طور سے ذمے دار سمجھا گیا ہے، اور محسن کے